ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

برصغیر کے متجددانہ تفسیری ادب میں مابعدالطبیعات مباحث: ایک تحقیقی جائزہ

Metaphysical Discourses in Modernist Exegetical Literature of the Subcontinent, A Research Evaluation

معظم علی ادریس: ایم فل سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد

محمد اشفاق: لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد

Abstract

In subcontinent, significant contributions to the exegetical literature on the interpretation of the Holy Qur'an have emerged. Among these, modern styles of exegesis have gained considerable popularity. Notable modernist scholars, such as Sir Syed Ahmad Khan, Ghulam Ahmad Pervez, Allama Inayatullah Mashriqi, Aslam Jirajpuri, Abdullah Chakralvi, Amir Ali, Chiragh Ali, and Ahmed Din Amratsari, have made distinct contributions to this field. The exegetical works produced by these scholars differ markedly from the traditional exegesis of Jamhoor and the Salaf, representing a separate genre of Quranic interpretation. Within this genre, numerous exegetical discussions have been explored across various fields. However, there remains a gap in the scholarly evaluation of discussions related to metaphysical themes. This article aims to address this gap by critically reviewing the metaphysical discussions found in the exegetical literature of selected modernist scholars. The Qur'an, as the primary source of Islamic teachings, has a profound influence on the lives of Muslims. Its interpretation, therefore, directly impacts the moral and behavioral conduct of the Muslim community. If the Qur'an is interpreted in accordance with divine principles, it leads to positive outcomes in ethics and actions. Conversely, interpretations driven by human desires and arbitrary reasoning can lead to moral corruption and spiritual blindness. The past two centuries have witnessed scientific revolutions that have influenced global philosophies and academic disciplines, including Quranic exegesis. A group of modern commentators has been so deeply influenced by contemporary science and ideologies that they began interpreting the divine text through the lens of modern thought. While modern science acknowledges only the material world, it has somewhat preserved natural themes in the Qur'an. However, it has also led to the questioning and reinterpretation of fundamental Quranic concepts such as the existence of God, the creation of the universe, the existence of Adam and Eve, Heaven, Revelation, Angels, Jinn, Satan, the afterlife, Ascension, Miracles, Fate, and the reality of Heaven and Hell.Given that the scientific method is continuously evolving, there is a growing tendency to dismiss anything that lies beyond human comprehension. It is crucial to investigate these topics to ensure that future generations can access the true meanings of the Holy Qur'an. In light of this necessity, this article presents a research endeavor aimed at exploring and clarifying these metaphysical themes within the context of modernist exegesis.

Keywords: *Modern exegesis, Metaphysical science, Exegitical works, Quran interpretations, Influenced global philosophies, Contemporary science.*

برصغیر پاک وہند میں تفسیر قرآن مجید پر قابل ذکر تفسیری ادب منصۂ شہود پر آچکا ہے۔اس تفسیری ادب میں متجددانہ اندازِ تفسیر بھی خاصہ معروف ومتداول ہے۔ معروف متجددین میں سرسید احمد خان، غلام احمد پرویز، علامہ عنایت اللہ مشرقی، اسلم جیراجپوری، عبداللہ چکڑالوی، امیر علی، چراغ علی اور احمد دین امرتسری وغیرہ کے نام نمایاں ہیں۔ان حضرات کا تفسیری ادب جمہور اور اسلاف کے تفسیری ادب سے بہت مختلف اور جداگانہ نوعیت کا ہے۔اس صنف کے تفسیری ادب میں کئی تفسیری مباحث مختلف فیہ ہیں جن کا محققین نے جائزہ لیا ہے لیکن ایک خاص موضوع جس کا تعلق مابعدالطبیعات مباحث سے ہے اس کا بطورِ خاص جائزہ نہیں لیا گیا۔ مضمون ہذا میں منتخب متجددین کے تفسیری ادب کی انھی مباحث کا جائزہ لینا مقصود ہے۔

ما بعد الطبیعات معنی ومفہوم(Meaning of Metaphysics) :

مابعدالطبیعات انسانی زندگی کا وہ لازمی حصہ ہے جو نظر تو نہیں آتا لیکن شدت کے ساتھ محسوس کیا جاتا ہے۔علمی دنیا میں اس کی تفہیم اور تعارف مختلف زاویوں سے ممکن ہے۔آکسفورڈ لینگویج ڈکشنری (Oxford Language Dictionary)کے مطابق مابعد الطبیعات کی تعریف کچھ یوں کی گئی ہے:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

"The branch of philosophy which deals with the first principals of things, including abstract concepts such as being, knowing, identity, time and space."[1]

فلسفے کی وہ شاخ جو اشیا کے بنیادی اصولوں، جن میں غیر مرئی تصورات بھی شامل ہیں، جیسا کہ وجود، جان پہچان، شناخت، وقت اور خلا وغیرہ سے متعلق ہے، اسے میٹافزکس کہتے ہیں۔

آکسفورڈ لرنرز ڈکشنری (Oxford Advance Learners Dictionary) کے مطابق:

"The branch of philosophy which deals with the nature of existence , truth and knowledge."[2]

فلسفے کی وہ شاخ جو وجود کی نوعیت، سچائی اور علم سے متعلق ہے، اسے میٹافزکس کہتے ہیں۔

ہماری زندگی کا ایک وہ حصہ (Part of life) ہے جس کا ہم شب و روز مشاہدہ کرتے ہیں۔ جنھیں "ظاہر اشیاء" کہا جاتا ہے۔ جنھیں دیکھنے میں ہمیں کسی طرح کی دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ جو ہر وقت ہماری دسترس میں ہیں۔ علمی دنیا میں اسے طبعیات (Physics) کا نام دیا جاتا ہے۔ زمین، آسمان، سورج، چاند، ستارے اور سیارے وغیرہ کو ہم روزانہ دیکھتے ہیں۔ ان کے مدار اور گردشیں ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ ان کے مطالعہ کو "طبعیات کا مطالعہ" کہا جاتا ہے۔

اس کے برعکس ہماری زندگی کا ایک وہ حصہ ہے جو ہمیں نظر نہیں آتا۔ جس کا مشاہدہ ممکن نہیں۔ جو ہماری دسترس سے باہر ہے۔ جنھیں "باطن اشیاء" کہا جاتا ہے۔ جس تک واضح رسائی حاصل کرنے کے لیے ہماری صدہا کاوشیں تاہنوز ناکام ہیں۔ اسے مابعد الطبعیات (Metaphysics) کا نام دیا جاتا ہے۔ ہم جب ظاہر اشیاء کو دیکھتے ہیں تو ان کے اندر ہمیں ایک حرکت (Movement) نظر آتی ہے۔ ہر چیز میں ایک "نمود" ہے۔ ہر چیز تغیر، تنوع اور تضاد کا پیہم شکار ہے۔

آزاد دائرہ معارف کے مطابق مابعد الطبیعات کی تعریف یوں کی گئی ہے:

"مابعد الطبیعات یا ماورائے طبیعات فلسفے کی اہم شاخ ہے اس کے مبادیات میں ذرائع علم کو بنیادی اور مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ یہ عالم کے داخلی اور غیر مادی امور سے بحث کرتی ہے۔ وجودیات، الٰہیات اور کونیات اس کی ذیلی شاخیں ہیں۔ خدا، غایت ، علت، وقت اور ممکنات اس کے موضوعات ہیں۔"[3]

ان ظاہر اشیاء میں حرکت کا مشاہدہ کسی محرک (Stimulus) کی نشان دہی کرتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ وہ محرک کون ہے؟ وہ کیا چیز ہے جو ان اشیاء کو ہر وقت تغیر، تنوع اور تضاد کا شکار کر رہی ہے؟ وہ کون سی ذات ہے جو ہر چیز میں نمود کی لہر دوڑا رہی ہے؟ اسی سوال کی کھوج ہمیں مابعد الطبعیات کے دائرہ میں لے جاتی ہے۔ ہر دور کے انسان نے اپنے عصری فہم کے مطابق اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ اس مسئلہ کی تفہیم ایک دوسرے زاویے سے اس طرح بھی ممکن ہے کہ ہر صاحب بصیرت انسان جو اس دنیا میں آیا ہے اور جو اس زندگی میں سانسیں لے رہا ہے اسے اس زندگی اور دنیا سے اپنا کسی بھی نوعیت کا رشتہ قائم کرنے کے لیے چند بنیادی نوعیت کے سوالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ انھیں حل کیے بغیر وہ ایک قدم اور انچ بھی حرکت نہیں کر سکتا۔ یہ سوالات اس کے لیے ایسے ہی ضروری ہیں جیسے اس کی زندگی کے لیے سانسیں ہیں۔ انھی کی بنا پر اس کے شعور اور رویے کی تشکیل و ترتیب ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے علمی دنیا میں ان سوالات کو زندگی کے بنیادی سوالات (Basic questions) کہا جاتا ہے۔ مثلاً:

---

[1] Oxford University Press, Oxford, 10th edition., Online Ditionary.

[2] Oxford Advance Learners Dictionary, Oxford University Press, Oxford, 10th edition.

[3] ندوی، ابوالحسن علی، مولانا، مذہب و تمدن، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ، ۱۹۸۰ء، ص: ۱

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

۱۔یہ کائنات جس میں ہم زندگی گزرا رہے ہیں اس کا آغاز کیسے ہوا؟ اور کس نے کیا؟ پھر اس کا انجام کیا ہے؟

۲۔اس کائنات میں انسان کی حیثیت کیا ہے؟ اس کا مقام و مرتبہ کیا ہے؟ اس دنیا سے اس کا تعلق کیا ہے؟ اور جس نے اس کائنات کو تخلیق کیا ہے اس کے ساتھ اس کے تعلق کی نوعیت کیا ہے؟

۳۔پھر وہ جس نے اس کائنات کو تخلیق کیا ہے اس کا اس کے ساتھ تعلق و ربط کیا ہے؟

یہ وہ بنیادی سوالات ہیں جنھیں حل کرنے کے لیے ہر دور کے انسان نے اپنی سی فکری کاوشیں کی ہیں۔ذیل میں انھی مساعی کی تفہیم اور تشریح کو پیش خدمت کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

مابعدالطبعیات:(حقیقت اور دائرہ کار)

مذکورہ بالا بحث کے تناظر میں مختلف مفکرین اور مختلف علوم کی روشنی میں اگر جائزہ لیا جائے تو مابعدالطبعیات کے دائرہ میں درج ذیل امور آتے ہیں:

"۱۔ابتدائے کائنات (Origin of Universe) کا پتا چلانا۔یعنی اس کائنات کا آغاز کب اور کیسے ہوا؟ کس نے کیا؟اور کیوں کیا؟اور اس کا انجام کیا ہوگا؟

۲۔اس کائنات میں انسان کی حیثیت کیا ہے؟ کیا وہ مطلق آزاد(Absolut Free)ہے؟یا مجبور محض(Just Forced)ہے؟یا پھر آزادی اور جبر کے مابین ہے؟ اس کی طرف سے سرانجام دیے گئے افعال کی حیثیت کیا ہے؟ وہ اپنا مالک و مختار خود ہے یا کسی کے تابع ہے؟ اگر تابع ہے تو وہ کس کے ہے؟

۳۔یہ کائنات (Universe) اور اس میں موجود اشیاء و حوادث کی حقیقت کیا ہے؟ کیا یہ کائنات خود بخود چل رہی ہے یا مخصوص قوانین کے تحت چل رہی ہے؟اگر واقعی میں اس کے کچھ قوانین ہیں تو انھیں بنانے والا کون ہے؟اور اس میں موجود اشیاء و حوادث کیا ایسے ہی ہیں جیسے کہ وہ نظر آرہے ہیں؟ یا ان کی حقیقت کچھ اور ہے؟اگر حقیقت کچھ اور ہے تو وہ کیا ہے؟"[4]

ذیل میں مذکورہ سوالات کا بحیثیت مجموعی اور ان سے پیدا شدہ ذیلی سوالات کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

مابعدالطبعیات اور علمی ذرائع:

مابعدالطبیعات کی مباحث میں جانے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک نظر ان ذرائع پر بھی ڈال لی جائے جن کے ذریعے انسان علم حاصل کر سکتا ہے۔جن کی بنیاد پر انسان اپنی معلومات کا دائرہ وسیع کر سکتا ہے۔یہ ایک حقیقت ہے کہ صرف چار ذرائع ایسے ہیں جن سے انسان علم حاصل کر سکتا ہے۔جنھیں حواس، عقل، وجدان اور وحی کا نام دیا جاتا ہے۔

حواس(Senses):

علم کے چاروں ذرائع میں سے حواس کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔حواس خمسہ کے ذریعے انسانی مشاہدے کا آغاز ہوتا ہے۔اور مشاہدہ ہی ہر قسم کی علمی معلومات کی اساس بنتا ہے۔دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہمارا مشاہدہ صرف ظاہر تک ہی محدود رہتا ہے۔اشیاء کے باطنی، معنوی اور اندرونی پہلوؤں تک اس کی رسائی ممکن نہیں۔ہمارے حواس خمسہ محض ظاہر تک ہی محدود ہیں۔ان کی رسائی فطرت تک ہی ہے۔مافوق الفطرت معاملات ان کی دسترس سے باہر ہیں۔

مابعدالطبعیات ایک مافوق الفطرت حقیقت ہونے کی وجہ سے حواس کے دائرہ سے باہر ہے۔حواس کی اس تک پہنچ ممکن نہیں۔وہ لوگ جو مشاہداتی بنیاد پر مابعدالطبعیات کا مسئلہ حل کرنا چاہتے ہیں در حقیقت وہ اپنے حواس سے وہ کام لینا چاہتے ہیں جو ان کی استعداد میں نہیں۔وہ وہی امور سرانجام دے سکتے ہیں جو ان کی پہنچ میں ہیں۔مولانا شبلی نعمانی رقمطراز ہیں:

[4] 1http://plato.standard.edu/entries/aristotal/e-metaphysics

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

”حواس خوداس زندگی کے پابند اور اس کی حد کے اندر محدود ہیں، اس کے باہر کسی چیز پر وہ کوئی موافق یا مخالف حکم نہیں لگا سکتے، اور اس کی ان سے نہ تصدیق ہوسکتی ہے، نہ تکذیب، ان کی بنا پر زیادہ سے زیادہ اس کے محسوس ہونے کا انکار کیا جاسکتا ہے، موجود ہونے کا انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔“[5]

مزید برآں یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ حواس اپنے دائرہ اور استعداد میں بھی کامل نہیں ہیں، بلکہ ناقص ہیں۔انسانی مشاہدہ کئی بار ٹھوکریں کھاتا ہے۔لاکھ کوششوں کے باوجود غلطی کا امکان ہمیشہ رہتا ہے۔چنانچہ مولانا ابوالحسن ندوی مونٹین(Michel De Montaigne) (1592ء)کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

”انسان کا علم بہت ناقص ہے،اس کے حواس غیر یقینی اور خطاپذیر ہیں، ہم کبھی نہیں کہہ سکتے کہ انھوں نے حقیقت کو ہمارے سامنے پیش کیا۔حواس کو دنیا ایسی ہی معلوم ہوتی ہے، جیسی ان کی فطرت وحالت ہے،ادراک حسی میں خارجی اشیاء نہیں، بلکہ محض آلات حس کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے، حواس پر یقین کرنے کے لیے ہمارے پاس ایک آلہ ہونا چاہیے جو ان کی تصدیق و تکذیب کرسکے اور پھر اس آلہ کی جانچ کے لیےایک اور آلہ ہونا چاہیے،اس طرح یہ سلسلہ غیر متناہی ہوگا۔“[6]

لہٰذا جب حواس اپنے دائرے میں خطاپذیر ہیں۔انھیں کسی دوسرے کی حد میں فیصل بنانا ممکن نہیں۔

عقل(Wisdom):

انسانی حواس کی فراہم کردہ معلومات پر صحت وکذب کا حکم لگانا عقل کا عمل ہے۔یہ فہم وادرک کا ایک آلہ ہے۔اس کی بنا پر انسان تجزیہ کرتا ہے۔بلاشبہ یہ ایک نور ہے جس کے ذریعے خیر وشر کے مابین امتیاز روا رکھا جاتا ہے۔انسان اپنے تمام معاملات اسی سے سلجھاتا ہے۔اس میں نقص وکمال انسانی شخصیت کا نقص وکمال شمار کیا جاتا ہے۔عقل کے یہ تمام اوصاف اور خوبیاں ہوتے ہوئے بھی مابعد الطبعیات میں اس کے ذریعے کھوج لگانا مشکل ہے۔کیونکہ اس کا انحصار تمام تر حواس پر ہی ہوتا ہے۔یہ انھی معلومات پر حکم لگانے کی پابند ہے جو اسے حواس کے ذریعے میسر آئیں۔معلومات کا نقص وکمال اس کے حکم پر اثرانداز ہوتا ہے۔دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ حواس بذات خود اتنی صلاحیت نہیں رکھتے کہ وہ مافوق الفطرت امور تک رسائی حاصل کرسکیں۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

”عقل اپنا طبعی فریضہ انجام دینے میں تنہا کافی نہیں، اس کو اپنے علاوہ اپنے سے کمتر چیزوں سے مدد لینی پڑتی ہے، کسی ایسی چیز تک پہنچنے میں، جس کو وہ ابھی تک نہیں جانتی، ان معلومات سے کام لینا پڑتا ہے، جو اس کو پہلے سے حاصل ہوتے ہیں، یہ مقدمات محسوسات ہی ہوتے ہیں، تمام معقولات کی تحلیل و تجزیہ کیجیے گا،اور عقل کا دلچسپ اور طویل سفرنامہ سنیے گا تو معلوم ہوگا کہ حقائق کی ان نئی نئی دنیاؤں تک پہنچنے اور لاعلمی کے ان بڑے بڑے سمندروں کے عبور کرنے میں اس کا ذریعہ سفر وہی حقیر محسوسات اور ابتدائی معلومات تھے، جو بلا کسی عقلی ترتیب کے اس عظیم الشان نتیجہ تک نہیں پہنچا سکتے تھے۔“[7]

چنانچہ عقل ہر طرح کے حقائق تک رسائی حاصل کرنے کے لیے محسوسات کی محتاج ہے۔اور محسوسات کی غیبی حقائق تک رسائی ناممکن ہے۔اس لحاظ سے پھر عقل بھی براہ راست مابعد الطبعیاتی معاملات میں رسائی حاصل نہیں کرسکتی۔

وجدان(Intuition):

مابعد الطبعیاتی حقائق تک رسائی پانے کے لیے وجدان کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔یہ الہام کے قریب ترین اور مشابہ ذریعۂ علم ہے۔اس میں حواس کی مداخلت نہیں ہوتی۔یہ ایک ایسی کیفیت ہے جو ناقابل بیان ہے اور جس کا اس دنیا کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔بلاشبہ وجدان انسانی ذرائع علم میں بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔انسانی زندگی کے بہت سارے

---

[5] شبلی نعمانی، مولانا، الکلام، معارف اعظم گڑھ، طبع چہارم ۱۳۴۱ھ، ص ۶۱۔۶۲

[6] شبلی نعمانی، مولانا، الکلام، ص ۶۱۔۶۲

[7] شبلی نعمانی، مولانا، الکلام، ص ۷۰

معاملات اسی کی بنیاد پر چلتے ہیں۔ یہ ایک ایسی کیفیت ہے جو بغیر کسی تکلف کے حاصل ہو جاتی ہے۔ تاہم اگر بغور جائزہ لیا جائے تو وجدان کی اساس حواس اور عقل پر ہی ہے۔ یہ ان سے آزاد نہیں ہوتا۔ عموماً ہر انسان کو اپنے شعبہ سے متعلقہ وجدان ہی آیا کرتا ہے۔ مولانا سید سلیمان ندوی علم غیب کا دیگر علوم کے ساتھ تقابل کرتے ہوئے یوں بیان کرتے ہیں :

> "اجمالاً اس کا اطلاق ان امور پر ہوتا ہے جن کا علم انسان اپنے علم کے عام اور طبعی و فطری ذریعوں سے حاصل نہیں کر سکتا۔ انسانی علم کے طبعی ذریعے وجدان، حواس اور عقل و استدلال وغیرہ ہیں۔ ان طبعی ذریعوں سے جو ہر انسان کو ملے ہیں جو علم حاصل نہیں ہوتا اس کو علم غیب کہتے ہیں۔ یعنی اس شے یا ان اشیاء کا علم جو انسان کے ظاہری و باطنی حواس اور دماغی قویٰ کی نگاہوں کے سامنے غائب ہیں"[8]

وحی (Revelation):

علم کا ایک معتبر ذریعہ وحی ہے۔ وحی ایک الوہی ذریعۂ علم ہے۔ اس کے قائلین کا کہنا ہے کہ یہ حقائق کے بارے میں وہ خبر اور توجیہ ہوتی ہے جو حقیقی خالق کی طرف سے آتے ہیں۔ یہ سو فیصد سچائی پر مبنی ہوتی ہے۔ اس میں کسی نوعیت کی کوئی آمیزش نہیں ہوتی۔ انسان کا اس میں کردار یہ ہے وہ ان حقائق کو کما حقہ اس طرح سمجھنے کی کوشش کرے جس طرح سے اسے آگاہ کیا جاتا ہے۔ یعنی اس میں اصل یہ ہے کہ وہ پیش کیے گئے حقائق کی تفہیم میں اپنا زور صرف کرے۔

ذرائع علم کی مذکورہ بحث سے درج ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

۱۔ حواس انسان کے لیے اہم ترین ذریعۂ علم ہے۔

۲۔ مابعدالطبعیات حواس کے دائرہ سے باہر ہے۔

۳۔ حواس اپنے دائرہ میں بھی خطا پذیر ہو سکتے ہیں۔

۴۔ مابعدالطبعیات کے باب میں حواس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

مابعدالطبعیات کے علمی مآخذ:

مابعدالطبعیات کے عنوان کے تحت تین علوم بالخصوص زیر بحث لائے جاتے ہیں، مذہب، سائنس اور فلسفہ۔ اس حوالے سے محمد اقبال ظفر قمطراز ہیں:

> "مذہب، فلسفہ اور سائنس میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے منہاج فکر میں رہتے ہوئے مابعدالطبعیاتی دائرہ میں دخل دینے کی کوشش کی ہے۔ ان میں سے سائنس کا اگر جائزہ لیا جائے تو انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے دائرہ کار اور حقیقت و ماہیت کے اعتبار سے صرف طبعیات اور تجربات تک محدود ہے۔ اس کی ذمہ داری صرف ظاہر پر بحث کرنا ہے۔ کسی بھی چیز کے ظاہری اوصاف اور اس کے فوائد و ثمرات کو بیان کرنا سائنس کا میدان کار ہے۔ اب اس کے بعد مابعدالطبعیات کے دائرہ میں دخل اندازی دینا سائنسی منہاج سے زیادتی ہے اور اس علم سے بھی۔ لہٰذا اس باب میں قرین انصاف یہی ہے کہ سائنس بات نہ کرے۔"[9]

دوسری طرف علم فلسفہ ہے۔ فلسفے کے حوالے سے لکھتے ہیں:

---

[8] ندوی، ابوالحسن علی، مولانا، مذہب وتمدن، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنوء، ۱۹۸۰ء، ص: ۱۲

[9] ایضاً، ص: ۱۰۔ ۱۱ ندوی، ابوالحسن علی، مولانا، مذہب وتمدن، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، لکھنوء، ۱۹۸۰ء، ص: ۱

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

"مابعد الطبعیات اگرچہ فلسفہ کی اہم ترین شاخ ہے لیکن اس میں فلسفیانہ مباحث تمام تر عقل و خرد پر مبنی ہیں۔اور یہ بات مسلم ہے کہ انسانی عقل ہر معاملہ میں حواس اور مشاہدات کی محتاج ہے۔ جبکہ حواس کی درماندگی واضح ہی ہے۔اس طرح مابعد الطبعیاتی دائرہ میں فلسفہ کی طرف سے دی گئی رائے کو بھی حتمی اور یقینی قرار نہیں دیا جا سکتا۔"[10]

تیسرا ذریعہ علم مذہب اور وحی الہی ہے۔

مذہب کی حقیقت کا جائزہ لینے سے عیاں ہے کہ اس کا تمام تر انحصار ہی مابعد الطبعیات پر ہے۔یہی اس کا ماٰخذ و مصدر ہے۔اس کی نفی سے مذہب کی نفی لازم آجاتی ہے۔پھر یہ ہے کہ اس کی طرف سے دی گئی رہنمائی حواس و عقل اور وجدان سے بھی بلند ہوتی ہے۔تاہم اس میں یہ ضروری ہے کہ وہ ایک محفوظ طریقہ سے ہم تک پہنچے۔[11]

ان تینوں منہاج وذرائع علم پر تبصرہ کرتے ہوئے محمد اقبال ظفر قمطراز ہیں:

"مذہب (Religion) کا طریقہ علم، یقین، ایمان، عمل صالح ہے۔مذہبِ سائنس (Religion of Science) کا طریقہ مابعد الطبعیات، اندازے، مفروضات، تجربات اور مشاہدات ہیں۔جو ہر نئے تجربے اور نظریے کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔مذہبِ فلسفہ (Religion of Philosophy) کا طریقہ عقل کی برتری ،شک کی رفعت اور تشکیک سے شروع ہوتا ہے اور اسی پر ختم ہوتا ہے تینوں مذاہب کے اصول الگ الگ ہیں۔"[12]

اور مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں:

"فلسفہ شک کا دروازہ کھول دے گا اور پھر اسے بند نہیں کر سکے گا۔ سائنس ثبوت دے دے گا مگر عقیدہ نہیں دے سکے گا۔لیکن مذہب ہمیں عقیدہ دے دیتا ہے اگرچہ ثبوت نہیں دیتا اور یہاں زندگی بسر کرنے کے لیے صرف ثابت شدہ حقیقتوں ہی کی ضرورت نہیں بلکہ عقیدہ کی بھی ضرورت ہے۔ہم صرف انھی باتوں پر قناعت نہیں لے سکتے جنھیں ثابت کر سکتے ہیں اور اس لیے مان لیتے ہیں۔ہمیں کچھ باتیں ایسی بھی چاہییں جنہیں ثابت نہیں کر سکتے، لیکن مان لینا پڑتا ہے۔"[13]

یہ ماننا پڑے گا کہ مابعد الطبعیات مباحث میں مذہب ہی وہ بنیادی اور حتمی ذریعہ علم ہے جس کی بنیاد پر ہم ان مباحث کے وجود اور ان کے متعلقات کو زیر بحث لا سکتے ہیں۔

برصغیر کے منتخب متجددین کے تفسیری ادب میں مابعد الطبیعاتی مباحث کا تحقیقی جائزہ:

مابعد الطبعیات مباحث میں وجود باری تعالیٰ، ملائکہ ، شیطان، جنات، انسانی نفس، روح، موت، علیین، سجیین، قیامت، بعث بعد الموت، حشر و میزان، جنت، حوضِ کوثر اور جہنم کے عنوانات کو موضوع تحقیق بنایا گیا ہے۔درج بالا عنوانات کا برصغیر کے منتخب متجددین سر سید احمد خان، غلام احمد پرویز، علامہ عنایت اللہ المشرقی اور حافظ عنایت اللہ اثری کی کتب وتفاسیر کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے۔

وجود باری تعالیٰ پر قرآنی دلائل:

مابعد الطبعیات کے مباحث میں وجود باری تعالیٰ کو اولیت حاصل ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا :

---

10 ،ص:۱۰۔۱۱ندوی،ابوالحسن علی،مولانا،مذہب وتمدن، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنوء،۱۹۸۰ء،ص: ندوی،ابوالحسن علی،مولانا،مذہب وتمدن، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، لکھنوء،۱۹۸۰ء،ص: ندوی،مذہب وتمدن،ص:۱۴

11 نعمانی، شبلی،علامہ،ندوی، سلیمان ندوی،سید،سیرۃ النبی،اسلامی اکادمی،لاہور،س۔ن،۶۱/۴

12 اقبال ظفر، محمد،اسلام اور جدید سائنس نئے تناظر میں،نوادرات،ساہیوال،۲۰۱۱ء،ص:۹۲

13 ایضاً،ص: ۹

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ[14]

"وہی اول ہے وہی آخر ہے۔"

درج بالا آیت کی تفسیر میں مولانا عبدالحق حقانی رقمطراز ہیں:

> "اس کائنات ارض و سمٰوات سے پہلے صرف وجود باری تعالیٰ تھا پھر اس نے یہ کائنات بنائی اور باقی چیزوں کو پیدا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ، جنت اور جنات وغیرہ انسان کی تخلیق سے پہلے پیدا فرمائے۔ اس کے بعد انسان کا پتلا بنا کر اس میں اپنی طرف سے روح پھونکی اور فرشتوں سے سجدہ تعظیمی کروایا۔ ابلیس جو کہ جن تھا اس نے سجدے سے انکار کیا تو اس کو شیطان بنا دیا۔ اس نے حضرت انسان کو بہکا دیا جس سے اسے قیامت تک دنیا میں رہنا پڑا لیکن ان ساری چیزوں کو بنانے والا اللہ تعالیٰ ہے اور وہ ان سب سے پہلے موجود تھا۔"[15]

دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی پہلی شرط اللہ تعالیٰ پر غائبانہ ایمان ہے۔ وجود باری تعالیٰ پر ایمان بالغیب لانا ضروری ہے کیونکہ اللہ کے وجود کو کسی نے عیاناً نہیں دیکھا بلکہ اس کے وجود کا اندازہ اس کائنات میں بکھرے دلائل سے ہوتا ہے۔ ہمیں اپنے ارد گرد اللہ تعالیٰ کے وجود کی جو نشانیاں یا دلائل نظر آتے ہیں ان کی دو قسمیں:

ا۔ دلائل آفاقی:

قرآن مجید میں ہے:

> " اور تمہارا خدا تو خدائے واحد ہے جس کے سوائے کوئی معبود نہیں وہ بڑا رحم کرنے والا مہربان ہے۔ بیشک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن بدلنے میں اور جہازوں میں جو دریا میں لوگوں کی نفع دینے والی چیزیں لے کر چلتے ہیں اور اس پانی میں کہ جس کو خدا آسمان سے برساتا ہے پھر اس سے مری ہوئی زمین کو زندہ کرتا ہے اور اس میں ہر قسم کے چلنے والے جانور پھیلاتا ہے اور ہواؤں کے بدلنے میں اور بادلوں میں کہ جو آسمان اور زمین میں ادھر رکھے گئے ہیں، البتہ عقل مندوں کے لیے بہت سے نشان (قدرت) ہیں۔"[16]

ذات باری تعالیٰ کے متعلق متجددین کی آراء:

درج بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود کے اثبات میں کائنات کی تخلیق کے مختلف مظاہر کا حوالہ دے کر انسان کو اپنی قدرت کاملہ کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ اس عنوان پر جناب غلام حمد پرویز قمطراز ہیں:

قوموں کے عروج و زوال میں اس بات کو بڑا دخل ہے کہ خارجی کائنات اور Outer Space کے بارے میں ان کا نظریہ کیا ہے؟ انسان کے شعور نے جب پہلے پہل آنکھ کھولی تو فضا اور ماحول، اس کے خلاف تھا۔ سر پر آگ برسانے والا شعلہ، آندھیاں، جھکڑ، بجلی کی کڑک، بادلوں کی گرج، بپھرے ہوئے دریا، اور ان کے درمیان نہتا اور تنہا انسان۔ نہتا یوں کہ فکر و دانش میں پختگی پیدا نہ ہوئی تھی، وہ فطرت کی طاقتوں کے سامنے جھکنے لگا، انسان کا یہ ابتدائی مذہب (خود ساختہ) خوف کا پیدا کردہ تھا، اس وقت انسان، حوادث کے اسباب و علل سے بھی واقف نہ تھا، فطرت کے مظاہر، ہر جگہ، خدا کی شکل اختیار کر لیتے تھے۔[17]

درج بالا اقتباس سے واضح ہے کہ جناب غلام احمد پرویز اللہ تعالیٰ کے تصور کا انسانوں کے ذہنوں میں پیدا ہونے کی تدریج بیان کر رہے ہیں حالانکہ در حقیقت یہ کائنات اگرچہ وجود باری تعالیٰ کے اثبات پر واضح دلالت کرتی ہے لیکن یہ بات قرآن و سنت میں بہت واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کا درست تعارف انبیاء کرام علیہم السلام اور آسمانی کتابوں کے ذریعے منتقل ہوا۔

۔ دلائل النفس:

---

[14] اقبال ظفر، محمد، اسلام اور جدید سائنس نئے تناظر میں، ص: ۱۹ اقبال ظفر، محمد، اسلام اور جدید سائنس نئے تناظر میں، نوادرات، ساہیوال، ۲۰۱۱ء، ص: ۹۲

[15] حقانی، عبدالحق، مولانا، تفسیر فتح المنان، مکتبہ فیض القرآن، سہارنپور، ص:

[16] البقرہ،

[17] طلوعِ اسلام، اکتوبر، ، ص:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

وجود باری تعالی کے حوالے سے خود ہمارا نفس بھی گواہی دے رہا ہے کہ ذات باری تعالی ہی خالق ورازق ہے کیونکہ جب دنیا میں کچھ نہ تھا۔اس وقت بھی اللہ تعالی تھا جب کچھ نہ ہو گا پھر اللہ تعالی کی ذات باقی رہے گی۔انسان کی پیدائش کا سلسلہ ابتدائے آفرینش سے جاری ہے مگر انسان جب سوچتا ہے کہ آخر دنیا کا کوئی ایسا انسان ہو گا جو بن ماں باپ کے پیدا ہوا ہو گا۔تو یہ کڑی بتدریج حضرت آدم علیہ السلام تک جا پہنچتی ہے حضرت آدم علیہ السلام بن ماں باپ کے پیدا کیے گئے تھے۔قرآن مجید نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کو اس طرح بیان کرتا ہے :

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ[18]

" اور البتہ ہم نے انسان کو خشک مٹی سے خمیر دے کر بنایا۔"

ذات باری تعالی کے متعلق متجددین کی آراء:

درج بالا آیات میں اللہ تعالی نے اپنی الوہیت کے اثبات میں انسانی تخلیق کا حوالہ دے کر انسان کو اپنی قدرت کاملہ کا ثبوت فراہم کیا ہے۔حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے حوالے سے سر سید احمد خان اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں:**و علم آدم الاسماء کلھا** [19] کی تشریح کرتے ہوئے وجود آدم کے بارے میں یوں اظہار کرتے ہیں:"آدم کے لفظ سے وہ ذات خاص مراد نہیں ہے جس کو عوام الناس اور مسجد کے ملا باوا آدم کہتے ہیں۔بلکہ اس سے نوع انسانی مراد ہے جیسا کہ کشف الاسرار و ہتک الاستار میں لکھا ہے :" وما المقصود بآدم وحدہ" اور خود اللہ تعالی نے فرمایا:

لقد خلقنا کم ثم صورنا کم ثم قلنا للملائ اسجدوا لادم

"پس کم" کا خطاب کل انسانوں کی طرف ہے اور آدم سے بنی آدم یعنی نوع انسان مراد ہیں۔" [20]

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر تخلیق آدم علیہ السلام کے ذریعے اپنی توحید کے اثبات کے دلائل دیے ہیں اور آدم علیہ السلام کو بطور انسان متعارف کروایا ہے لیکن سر سید احمد خان نے ان کے وجود کی تاویل کر دی ہے اور اسے نوع انسانی قرار دیا ہے۔

ملائکہ کی حقیقت:

ملائکہ کا وجود بنی آدمؑ سے پہلے تھا کیونکہ حضرت آدمؑ کو بنانے سے پہلے اللہ رب العزت نے فرشتوں سے فرمایا تھا کہ میں مٹی سے ایک انسان تخلیق کرنے والا ہوں۔حضرت آدمؑ کو تمام ملائکہ کا سجدہ تعظیمی کرنے سے ملائکہ کا وجود پہلے سے موجود ہونا ثابت کرتا ہے۔فرشتے اللہ تعالی کی کسی قسم کی سرتابی نہیں کرتے جو حکم اللہ کی طرف سے ملتا ہے اس کو بجا لاتے ہیں:

"(ملائکہ نے کہا)اور ہم آپ کے رب کے حکم کے بغیر اتر کر نہیں آیا کرتے۔اسی کا ہے جو کچھ کہ ہمارے سامنے اور ہمارے پیچھے اور اس کے درمیان ہے اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں۔" [21]

ملائکہ کے متعلق حافظ عنایت اللہ اثری کی آراء:

قرآن کریم میں بالوضاحت اس بات کا ذکر ہے کہ فرشتوں کے پر ہوتے ہیں،ارشاد باری تعالی ہے :

---

[18] الحجر:۲۶، تفسیر حقانی،س۴ ۵۲

[19] البقرۃ :

[20] سر سید، احمد خان، تفسیر القرآن، مطبوعہ رفاہِ عام سٹیم پریس لاہور، ص:

[21] مریم: ۶۴

"سب تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے جو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا اور فرشتوں کو قاصد بنانے والا جن کے دو دو، تین تین اور چار چار پر ہوتے ہیں پھر جس کسی فرشتے کے چاہتا ہے وہ پر بڑھا بھی دیتا ہے، بے شک خدا ہر چیز پر قادر ہے۔"[22]

اس آیت کو درج کر کے اس کا ترجمہ پیش کرتے وقت حافظ صاحب نے تبدیلی فرمائی ہے:

"اولی اجنۃ "[23]یعنی" پروں والے" کے بجائے بازوؤں والے لکھا ہے اور حاشیہ میں یہ بھی درج فرمادیا ہے کہ " بازوؤں والے یعنی ساتھیوں والے کہنے سے مطلب صاف ہو جاتا ہے" یعنی فرشتوں کے پروں کا دھندا ہی ختم ہو جاتا ہے۔ یوں قرآن میں واضح مندرج فرشتوں کے اوصاف کی تاویل کر دی ہے۔

شیطان:

شیطان کے لغت میں معنی باطل کے ہیں شیطان بوزن فیعال شطن سے مشتق ہے جس کے معنی دور از اصلاح کے ہیں پس جو شخص اصلاح سے دور ہو جائے تو اس کو بھی شیطان کہا جا سکتا ہے۔ بد شخص بھی مسلسل بدکاری کی وجہ سے شیطان کے زمرے میں آتا ہے۔

قرآن مجید اور بائبل مقدس کے حوالوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ابلیس یا شیطان پہلے فرشتوں کے ساتھ مل کر اللہ کی عبادت کیا کرتا تھا اور خدا کے مقرب فرشتوں میں تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا اور تمام فرشتوں کو آدم کو سجدہ کرنے کا حکم ملا تو ابلیس نے حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ اور اپنے غرور و تکبر کی وجہ سے راندہ درگاہ ٹھہرا قرآن میں اس کا ذکر یوں ہے:

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ[24]

" اور جب کہ ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس کہ اس نے انکار اور تکبر کیا اور وہ تھا بھی کافروں میں سے۔"

ابلیس کے متعلق سرسید احمد خان کی آراء:

شیطان، جنات اور فرشتوں کے وجود کے متعلق سرسید احمد خان اپنی تفسیر "تفسیر القرآن وھو الہدیٰ والفرقان" میں لکھتے ہیں:

"ان باریک باتوں پر غور کرنے سے اور اس بات کے سمجھنے سے کہ خدا تعالیٰ جو اپنے جاہ و جلال اور اپنی قدرت اور اپنے افعال کو فرشتوں سے نسبت کرتا ہے تو جن فرشتوں کا قرآن میں ذکر ہے اُن کا کوئی اصلی وجود نہیں ہو سکتا بلکہ خدا کی بے انتہا قدرتوں کے ظہور کو اور اُن قویٰ کو جو خدا نے اپنی تمام مخلوق میں مختلف قسم کے پیدا کیے ہیں۔ ملک یا الملائکہ کہا ہے جن میں سے ایک شیطان یا ابلیس بھی ہے۔ پہاڑوں کی صلابت، پانی کی رقت، درختوں کی قوتِ نمو، برق کی قوت جذب و دفع، غرضکہ تمام قویٰ جنسی مخلوقات موجود ہوئی ہیں اور جو مخلوقات میں ہیں، وہی ملائک و ملائکہ ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔ انسان ایک مجموعہ قوائے ملکوتی اور قوائے بہیمی کا ہے، اور ان دونوں قوتوں کی بے انتہا ذرّیات ہیں، جو ہر ایک قسم کی نیکی و بدی میں ظاہر ہوتی ہیں، اور وہی انسان کے فرشتے اور ان کی ذرّیات، اور وہی انسان کے شیطان اور اس کی ذرّیات ہیں۔"[25]

درج بالا اقتباس میں سرسید احمد خان نے بڑے واضح انداز میں فرشتوں اور ابلیس کے وجود کی تاویل کرتے ہوئے ان سے مراد نیکی اور گناہ کی قوتیں مراد لیا ہے۔ جبکہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ و دیگر احادیث میں شیطان کا باقاعدہ وجود اور عمل ثابت و مسلمہ ہے۔

جنات:

[22] فاطر: 1

[23] اثری، عنایت اللہ، حافظ، عیون زم زم، مکتبہ الاثریہ، گجرات، ص:

[24] البقرہ: ۳۴

[25] سرسید، احمد خان، تفسیر القرآن وھو الہدیٰ والفرقان، مطبوعہ رفاہِ عام سٹیم پریس لاہور، ص

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

جن کے لغوی معنی پوشیدہ کے ہیں جس لفظ میں مادہ جیم اور نون جمع ہو گا اس میں پوشید گی اور استتار ملحوظ ہو گا۔ جنون کو اس لیے جنون کہتے ہیں کہ وہ عقل کو پوشیدہ کر لیتا ہے اس لیے لفظ جن اس مخلوق الٰہی پر بولا جاتا ہے جو بسبب لطافت مادہ کے حس بصر سے پوشیدہ رہتی ہے۔ قرآن پاک میں اس قسم کی مخلوق کے لیے کئی جگہ ذکر آیا ہے: وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ[26] " اور جن کو شعلہ مارنے والی آگ سے بنایا۔"

جنات کے متعلق علامہ عنایت اللہ مشرقی کی آراء:

تذکرہ کے مصنف علامہ عنایت اللہ مشرقی اس حوالے سے کلام کرتے ہوئے جنات کے وجود اور نوع کے دیگر موضوعات کو ظنی موضوعات، کہانت، وسواس اور فرضیت کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

" عرب نے قرآن کے باطن میں بھی استدلال شروع کر دیا تھا مگر چونکہ طبائع میں غیب کی اشیاء سے الفت تھی، اور کہانت، وسواس، ظن اور فرضیت کے عناصر غالب تھے اس لیے کتاب الٰہی کو کھولتے ہی ان کا خیال ماہیت خدا، حقیقت نبوت، کیفیت وحی، ملائک وجنات، موت وبعد الموت، بہشت و دوزخ وغیرہ وغیرہ کی طرف معاً منتقل ہو گیا۔ ظن و تخمین کے ان معاملات پر عرب اور عجم نے دل کھول کر بحثیں کیں۔" [27]

علامہ عنایت اللہ مشرقی کی تحریر میں زیادہ رجحان مادی ترقی پر دیا گیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ مسلمانوں کی مادی پستی اور زوال کا سبب محنت اور عمل سے دوری ہے۔ لیکن وہ محنت کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے بعض اوقات عقائد اور تصورات کا سرے سے انکار کر دیتے ہیں۔ درج بالا اقتباس بھی ان کے اسی رجحان کا پیش خیمہ ہے۔ جبکہ مسلمانوں کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ ایمان اور عمل دونوں کے اجتماع کے ساتھ دنیاوی اور اخروی کامیابی منسلک ہے ان دونوں میں سے کسی ایک کا انکار واخراج اسلام کی روح سے متصادم ہے۔ قرآن مجید نے اکثر مقامات پر ایمان اور عمل کو ایک ساتھ بیان کیا ہے جس سے ان دونوں کی حیثیت واضح ہوتی ہے۔

روح :

تمام انسان جب دنیا میں نہیں آئے تھے بلکہ سب کی ارواح اللہ کے پاس تھیں تو اللہ نے تمام ارواح کو عقل و قوت گویائی عطا کر کے ان سے خطاب کیا تھا: اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ[28] " کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔" سورۃ بنی اسرائیل میں کفار مکہ نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا تھا۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا[29]

" اور آپ سے (ماہیتِ) روح سے سوال کرتے ہیں (سو) کہہ دو روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تم کو علم جو دیا گیا ہے تو بہت ہی تھوڑا ہے۔"

اسی عنوان پر مولانا عبدالرحمن کیلانی اپنی تفسیر تیسیر القرآن میں لکھتے ہیں:

روح سے مراد وحی الٰہی ہے:

"لہٰذا یہاں بھی روح سے مراد وحی الٰہی ہی ہے یا وحی لانے والا فرشتہ اور اس فرشتہ یعنی جبریل کو روح الامین بھی کہا گیا ہے۔ اور سیاق وسباق سے بھی اسی معنی کی تائید ہوتی ہے اس آیت سے پہلے کی آیت میں بھی وحی الٰہی کا ذکر ہے اور بعد والی آیت میں بھی بالفاظ دیگر یہود کا دراصل سوال یہ تھا کہ وحی الٰہی کی کیفیت کیا ہے اور حصول قرآن کا اصل ماخذ کیا ہے اور وحی لانے والے کی ماہیت کیا ہے؟ اس سوال کا جواب انھیں یہ دیا گیا کہ تمہیں جو علم دیا گیا ہے وہ اتنا قلیل ہے کہ ان حقائق کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ بعض علماء نے یہاں روح سے مراد 'جان' لی ہے۔ جو ہر جاندار کے جسم میں موجود ہوتی ہے اور جب تک وہ جسم میں موجود رہے جاندار زندہ ہوتا ہے اور اس کے نکلنے سے مر جاتا ہے۔ اس مراد سے انکار

---

[26] الرحمٰن: ۱۵

[27] المشرقی، حمید الدین، تذکرہ، التذکرہ پبلیکیشنز، اچھرہ لاہور، ج دوم، ص:

[28] الاعراف: ۱۷۲

[29] بنی اسرائیل : ۸۵

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

بھی مشکل ہے۔ کیونکہ انسان خواہ کتنے فلسفے بکھیرے اس روح کی حقیقت کو بھی جاننے سے قاصر ہی رہا ہے۔ علاوہ ازیں جس طرح انسان کی اخلاقی اور روحانی زندگی کا دار و مدار وحی الٰہی پر ہے اسی طرح جسمانی زندگی کا دار و مدار روح پر ہے تاہم ربط مضمون کے لحاظ سے پہلی توجیہ ہی بہتر ہے کیونکہ اس کی تائید بہت سی دوسری آیات سے بھی ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں موت کے وقت فرشتے جو روح نکالنے آتے ہیں۔ اس کے لیے قرآن نے روح کی بجائے نفس کا لفظ استعمال کیا ہے جیسے فرمایا اخرجوا انفسکم (:) اور بعض یہ کہتے ہیں کہ روح پر لفظ نفس کا اطلاق اس وقت ہوتا ہے جب وہ بدن میں موجود ہو اور جب نکل جائے تو اسے روح کہتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔"[30]

روح کے متعلق سرسید احمد خان کی آراء:

روح کے متعلق سرسید احمد خان اپنی تفسیر "تفسیر القرآن وھوالھدیٰ والفرقان" میں لکھتے ہیں:

> "ہم روح کو ایک جسم لطیف جوہر قدیم بالذات تسلیم کرتے ہیں کیونکہ ہم کو یہ بات ثابت نہیں ہوئی ہے کہ کوئی اور جسم بطور جوہر کے موجود ہے اور روح اس کے ساتھ قائم ہے بلکہ ہم کو صرف روح کا وجود ثابت ہوا ہے بغیر وجود کسی دوسرے وجود کے اور اس لیے لازم ہے کہ اس کو جوہر تسلیم کیا جاوے نہ عرض۔"[31]

درج بالا اقتباس سے یہ واضح ہے کہ سرسید احمد خان روح کو ایک لطیف جسم قرار دیتے ہیں، اسے قائم بالذات اور حیوانوں اور انسانوں میں باعث تعقل وارادہ قرار دیتے ہیں۔

روح کے متعلق مختلف مفسرین کی آراء مختلف ہیں زیادہ بہتر موقف یہی معلوم ہوتا ہے کہ جیسے اللہ تعالی نے اس کے متعلق بتادیا اس کو من وعن قبول کر لیا جائے اور اس سے متعلق غیر ضروری مباحث سے اجتناب کیا جائے۔

قیامت:

وہ دن ایسا ہو گا جس میں دنیا اور اس کی تمام چیزیں درہم برہم ہو جائیں گی اس دن کو قرآن میں یوم الفصل، یوم الوعید، یوم الموعود، یوم عسیر، یوم الفتح، یوم التغابن کہا گیا اور قیامت کو غاشیہ، القارعہ، الساحۃ، الحاقہ اور الطامہ الکبری کہا گیا ہے جو واقعات ہوں گے قرآن ان کو اس طرح بیان کرتا ہے:

> " اور جس دن قیامت برپا ہو گی گناہ گار ناامید ہو جائیں گے۔ اور ان کے معبودوں میں سے کوئی بھی ان کا سفارشی نہ ہو گا اور یہ بھی اپنے معبودوں سے منکر ہو جاویں گے۔ اور جس دن قیامت قائم ہو گی اس روز لوگ جدا جدا ہو جاویں گے۔ پھر جو ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام بھی کیے سو وہ بہشت میں چین کریں گے۔ اور وہ جو منکر ہوئے اور انھوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کے پیش آنے کو جھٹلایا۔ سو وہ عذاب میں پکڑے ہوئے آئیں گے۔"[32]

قیامت کے متعلق غلام احمد پرویز کی آراء:

قیامت کے اس منظر کو کہ جب آفتاب بے نور ہو جائے گا اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گریں گے "کو "مفکر قرآن" نے، اپنے ذہنی تغیر کے ساتھ، اور ہی معانی دے دیے ہیں، اور پھر انھیں جائز قرار دینے کے لیے، یہ یہ سخن سازی اختیار کی کہ:

> "نزول قرآن کے وقت ملوکیت کی سب سے بڑی نمائندہ اور عربوں سے قریب تر، مملکت، ایران تھی، جس کے جھنڈے کا نشان " شمس" تھا، (جس طرح زمانہ قبل از اسلام، عربوں کے جھنڈے کا نشان "قمر" تھا اس آیت میں، نام تو " شمس" کا لیا گیا ہے، لیکن اس سے مراد، ملوکیت کا نظام ہے، جس سے مٹانے کے لیے قرآن ایا تھا، اس نظام کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء نے مٹایا، لیکن وہ پھر قائم ہو گیا ان میں سے کسی ایسے آنے والے دور کا ذکر ہے جب ملوکیت کا نظام پھر مٹے گا، اس دور کی جو دوسری نشانیاں بتائی گئی ہیں، اس سے ایسا مترشح ہوتا ہے کہ جیسے یہ ہمارے ہی زمانے کا ذکر ہے، ہو سکتا ہے کہ عصر حاضر کی بے پناہ تبدیلیاں، قرآنی نظام کے قیام کا پیش خیمہ ہوں۔"

---

30 کیلانی، عبدالرحمن، مولانا، تیسیر القرآن، مکتبہ السلام، لاہور، جلد ، ص:

31 سرسید، احمد خان، تفسیر القرآن، ص:

32 الروم، ۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

یہ اقتباس، اس امر کو واضح کر دیتا ہے کہ زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہوئے، "بات بناڈالنے" میں " مفکر قرآن" بڑے فنکار واقع ہوئے ہیں۔ ہمیں نہیں معلوم کہ اس امر کا ماخذ کیا ہے مملکت ایران کے جھنڈے کا نشان "شمس" تھا، اور اس سے بھی بڑھ کر عجیب اور بے سروپا، بات یہ کہ ۔۔۔ "عربوں کے جھنڈے کا نشان "قمر" تھا۔ حالانکہ عرب کسی سلطنت کا نام نہ تھا، جس کا کوئی جھنڈا ہو کجا یہ کہ اس پر کوئی نشان "قمر" ثبت ہو، عرب کو باقاعدہ ریاست اور سلطنت تو اسلام نے بنایا تھا، قبل از اسلام، یہاں نہ کوئی آئین و دستور تھا، نہ قانون اور کوئی ضابطہ تھا جس نے عربوں کو ایک نظام میں منضبط کر رکھا ہو اور نہ عرب آبادی کا کوئی ایسا مشترک علم تھا، جس پر نشان "قمر" ثبت ہو، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ فتح مکہ تک بھی (قبائل کفارِ عرب ہی کے نہیں بلکہ) مسلم قبیلوں کے بھی جداگانہ قبائلی پھیرے تھے، ایک ہی مشترک پرچم تو اس لشکر نبوی کا بھی نہیں تھا جس نے مکہ فتح کیا تھا، اس وقت بھی، ہر قبیلے کا جداجدا پرچم تھا، شاہ معین الدین ندوی، تاریخ اسلام میں فرماتے ہیں:

"اس کے بعد، لشکر اسلام کا تلاطم، مکہ کی طرف بڑھا، ہر قبیلہ کا دستہ الگ الگ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کو افواجِ الٰہی کا نظارہ کرنے کے لیے، ایک بلند مقام پر بھیج دیا، تمام قبائل کے پرچم یکے بعد دیگرے گزرتے تھے، ابوسفیان، افواجِ اسلامی کی ہیبت سے سہما جاتا تھا، سب سے آخر میں گنبد نبوی نمودار ہوا، اور ٹھیک آٹھ برس کے بعد، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے ساتھ، اس سرزمین میں فاتحانہ داخل ہوئے جس سے انتہائی بے کسی کی حالت میں محروم کیے گئے تھے۔"[33]

جنت:

یہ دنیا مکافات عمل ہے اس دنیاوی زندگی میں ہم جو اعمال کرتے ہیں اخروی زندگی میں ہم اسی کا پھل پائیں گے۔ نیک لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ کیا ہے اور اہل ایمان کو اس کے حصول کے لیے نیک اعمال کرنے کی ترغیب دی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف دوڑو کہ جس کا چوڑان آسمان و زمین جیسا ہے جو ان لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے نصیب کرے اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے۔"[34]

جنت کے متعلق سرسید احمد خان کی آراء:

سرسید احمد خان جنت کے متعلق رقم طراز ہیں:

"یہ سمجھنا کہ جنت مثل ایک باغ کے پیدا کی ہوئی ہے اس میں سنگ مرمر کے اور موتی کے جڑاؤ محل ہیں یا باغ میں شاداب و سرسبز درخت ہیں، دودھ و شراب و شہد کی ندیاں بہہ رہی ہیں ہر قسم کا میوہ کھانے کو موجود ہے ساقی و ساقنیں نہایت خوب صورت، چاندی کے کنگن پہنے ہوئے، جو ہمارے ہاں کی گھوستیں پہنتی ہیں، شراب پلا رہی ہیں ایک جنتی ایک حور کے گلے میں ہاتھ ڈالے پڑا ہے ایک نے ران پر سر دھرا ہے ایک چھاتی سے لپٹا رہا ہے ایک نے لب جاں بخش کا بوسہ لیا ہے کوئی کسی کونہ میں کچھ کر رہا ہے کوئی کسی کونہ میں کچھ۔ ایسا بے ہودہ پن جس پر تعجب ہوتا ہے اگر بہشت یہی ہو تو بے مبالغہ ہمارے خرابات اُس سے ہزار درجہ بہتر ہیں۔"[35]

درج بالا اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ سرسید احمد خان جنت کے متعلق واضح قرآنی دلائل پر تعجب کا اظہار کر رہے ہیں جبکہ ان کا یہ تعجب بھی باعث تعجب ہے۔

جہنم:

دوزخ نام ہے سزا و عذاب کی گھائی اور سزا پانے والوں کو اہل شقاوت، شقی، باسرہ چہرے والے، اصحاب الشمال، دوزخی کہا گیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن لوگوں نے خدا کی آیات کا انکار کیا انبیاء کی باتوں نہ صرف نہ مانا بلکہ ان کو ایذاء بھی دیں اور ان کا تمسخر بھی اڑاتے رہے۔ یا ایمان تو لائے مگر صدق دل سے عمل نہ کیا اور گناہوں کی دلدل میں پھنسے رہے توبہ

---

[33] پرویز، غلام احمد، طلوعِ اسلام، دسمبر ، ص:

[34] الحدید،

[35] سرسید، احمد خان، تفسیر القرآن، ص:

کرنے کی نوبت ان کی زندگی میں نہ آئی اور ساری زندگی اسی پر قائم رہے۔ یہی لوگ ہیں جن کو جھٹلانے اور اللہ اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کے عوض دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

دوزخ کو سقر بھی قرآن میں کہا گیا ہے:

" (اے رسول!) جس دن کہ آپ دیکھیں گے ایماندار مردوں اور عورتوں کے آگے آگے اور ان کی دائیں طرف ان کی روشنی (ایمان) دوڑتی چلی جا رہی ہوگی (اور اس وقت) ان سے کہا جائے گا آج کے روز تم کو مژدہ ہے ایسے باغوں کا کہ جس کے تلے نہریں بہہ رہی ہیں جس میں تم سدا رہا کروگے یہ ہے ان کی بڑی کامیابی۔ جس دن کہ منافق مرد اور عورتیں ایمانداروں سے کہیں گے ذرا ٹھہرو کہ ہم بھی تمھاری روشنی میں چلیں۔ ان سے کہا جائے گا کہ اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر روشنی ڈھونڈ کر لاؤ۔ پھر ان کے بیچ میں ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں دروازہ ہوگا جس کے اندر کے رخ تو رحمت اور باہر کے رخ (جدھر کفار ہوں گے) عذاب ہوگا۔"[36]

جہنم کے متعلق علامہ عنایت اللہ مشرقی کی آراء:

جنت و جہنم کے متعلق علامہ عنایت اللہ مشرقی رقمطراز ہیں:

"تمام انسانوں کی خواہ وہ سرد ملک کے رہنے والے ہوں خواہ گرم ملک کے، مکان کی آراستگی، مکان کی خوبی، باغ کی خوشحالی، بہتے پانی کی دلربائی، میووں کی تروتازگی، سب کے دل پر ایک عجیب کیفیت پیدا کرتی ہے اس کے سوا حسن یعنی خوب صورتی سب سے زیادہ دل پر اثر کرنے والی ہے۔ خصوصاً جبکہ وہ انسان میں ہو اور اس سے بھی زیادہ جبکہ عورت میں ہو، پس بہشت کی "قرۃ اعین" کو ان فطری راحتوں کی کیفیات کی تشبیہ میں، اور دوزخ کے مصائب کو آگ میں جلنے اور لہو پلائے جانے اور تھور کھلائے جانے کی تمثیل میں بیان کیا ہے تاکہ انسان کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ بڑی سے بڑی راحت و لذت یا سخت سے سخت عذاب وہاں موجود ہے اور در حقیقت جو لذت و راحت یا رنج و کلفت وہاں ہے ان کو اس سے کچھ بھی مناسبت نہیں، یہ تو صرف ایک اعلیٰ راحت و اختظاظ، یا رنج و کلفت کا خیال، پیدا کرنے کو اس پیرایہ میں جس میں اعلیٰ سے اعلیٰ اختظاظ و رنج کو خیال کر سکتا تھا بیان کیا ہے۔"[37]

علامہ عنایت اللہ المشرقی کے خیال میں یہ دنیا ہی جنت یا جہنم کا مظہر ہے۔ وہ جنت کی نعمتوں کی تاویل یہ کرتے ہیں کی یہ سب ایک تمثیل کے طور پر بیان کی گئی ہیں تاکہ انسان محنت کی رغبت رکھے اور جدوجہد کرے۔ ان کے خیال میں آج یورپی اقوام جنت کی لذتوں سے مستفید ہو رہی ہیں کیوں کہ انھوں نے محنت کو شعار بنایا اور اہل اسلام مادی ترقی میں پیچھے رہ کر گویا جہنم میں رہائش پذیر ہیں۔ یہ بات اس تناظر میں تو ٹھیک ہے کہ یہ کہا جائے کہ جو شخص اس دنیا میں محنت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی محنت کے عوض اسے دنیا میں بدلہ دے گا۔ جو تساہل سے کام لے گا وہ محروم رہے گا۔ لیکن اگر دنیاوی محنت کے نتیجے میں ملنے والے فوائد کو وہ اخروی جنت کا مصداق ٹھہرا دیا جائے اور دنیاوی مصائب و آلام کو جہنم کا مصداق ٹھہرا دیا جائے اور تمام آیات قرآنی کی تعبیر اسی نقطہ نظر سے کی جائے تو یہ اس اخروی جنت یا دوزخ کے وجود کے انکار کا مصداق ٹھہرے گی۔ لہذا معتدل مؤقف یہ ہے کہ جنت و جہنم کے متعلق قرآن مجید کی بیان کردہ تفصیلات کی من و عن اخروی زندگی کے اعتبار سے تسلیم کیا جائے اور دنیا کی کامیابیوں کو انسانی کاوشوں کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کی عنایات تسلیم کیا جائے۔ "کافی عرصہ تو فت تیار کیا گیا اسے بادشاہی کے لیے تیار کیا گیا ہے اس کا آگ کا گڑھا کافی گہرا اور چوڑا بنایا گیا ہے خداوند کی سانس، اسے جلتے ہوئے گندھک کے چشمے کی طرح سلگائے گی۔"[38]

ان دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ آخرت کے بارے میں جس طرح سے وضاحت کتب سماویہ میں ہونی چاہیے تھی ویسی نہیں ہے لیکن جنت کی نعمتیں، جہنم کی سزا اور ہمیشہ کی زندگی کی تصریح موجود ہے۔ یہودی فرقہ صدوقی حشر و نشر کا انکار کرتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ گناہ گار اور نیکوکاروں کا انجام دنیا ہی ہے۔ اس طرح ارنسٹ رنیان یہودی فرقہ فریسیوں کے خیالات آخرت کا اس طرح تذکرہ کرتے ہیں۔ "نیکوکار مرنے کے بعد زمین میں منتشر ہو جاتے ہیں اور مسیح جو کہ آخر زمانہ میں آئے گا) کے ساتھ مل کر لوگوں کو

---

[36] الحدید،

[37] المشرقی، عنایت اللہ، علامہ، تذکرہ، التذکرہ پبلی کیشنز، لاہور، ص:

[38] یسعیاہ، ۶۴: ۴

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

گمراہی سے نکالیں گے اور دین موسوی پر اکٹھا کریں گے۔'' اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہودیوں کے دونوں فرقے ہی اسلام کے عقیدہ آخرت کے برعکس ہیں کیونکہ یہود یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جنت مین ان کے سوا کوئی داخل نہیں ہوگا۔اس میں مسلمان اور مسیحی لوگ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔قرآن نے بھی یہودوں کے اس عقیدے کی وضاحت کی ہے:

﴿وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَى تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ* بَلَى مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾[39]

''ان کا کہنا ہے کہ کوئی شخص جنت میں نہ جائے گا جب تک کہ وہ یہودی نہ ہو یا (عیسائیوں کے خیال کے مطابق) عیسائی نہ ہو۔یہ ان کی تمنائیں ہیں۔ان سے کہو، اپنی دلیل پیش کرو، اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔دراصل نہ تمہاری کچھ خصوصیت ہے، نہ کسی اور کی۔حق یہ ہے کہ جو اپنی ہستی کو اللہ کی اطاعت میں سونپ دے اور عملاً نیک روش پر چلے، اس کے لیے اس کے رب کے پاس اس کا اجر ہے اور ایسے لوگوں کے لیے کسی خوف یا رنج کا کوئی موقع نہیں۔''

یہود کا عقیدہ تناسخ:

تالمود میں بیان کیا گیا ہے کہ یہودی کی موت کے بعد اس کی روح اس کے جسم سے نکل کر ایک دوسرے جسم اختیار کر لیتی ہے مثلاً جب کوئی بزرگ آدمی فوت ہوتا ہے تو اس کی روح اس کی نسل میں ولادت اختیار کرتی ہے۔وہ یہودی جو اپنے دین سے مرتد ہو جاتا ہے اور یہودی اسے قتل کر دیتے ہیں تو اس کی روح حیوانات اور نباتات میں داخل ہو جاتی ہے پھر اس کو بارہ مہینے جہنم میں عذاب دیا جاتا ہے پھر وہ دوبارہ لوٹ کر جمادات، حیوانات میں داخل ہو جاتی اور پاک ہونے کے بعد کسی یہودی کا جسم اختیار کر لیتی ہے۔یہ عقیدہ انبیاء بنی اسرائیل کی تعلیمات سے یکسر مختلف ہے۔تناسخ کے اس عمل کو اللہ تعالیٰ نے یہود پر مہربانی کرتے ہوئے جاری فرمایا ہے تاکہ یہودی ہمیشہ زندہ رہے۔[40] یہودی اعمال کا اہتمام کرتے ہیں اور ایمان کی پروا نہیں کرتے بلکہ وہ اس کا جوہر ہی کو سمجھتے ہیں۔

(ب) عیسائیت میں مابعد الطبعیاتی مباحث

مسیحیت:

مسیحی حضرت عیسیٰ □ کے پیروکار ہیں۔عیسائیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذہب ہی ایک شاخ ہے یہ ایک الہامی مذہب ہے عیسائیت کا محور حضرت عیسیٰؑ ہیں ان کی تعلیمات ان کی زندگی کے بعد احاطہ تحریر میں لائی گئیں اس لیے یہ مذہب تحریف سے نہ بچ سکا۔اس کے ماننے والوں کی تعداد دو ارب سے زائد کا دعویٰ کیا جاتا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ دنیا کی کل آبادی کی کا ۳۰ فیصد ہیں۔

عیسائیت میں تصور الٰہ:

مسیحیت کی مقدس کتب اناجیل میں یہ تصور پوری آب وتاب کے ساتھ موجود ہے کہ کائنات کو بنانے والا اللہ ہے۔صرف وہی واجب الوجوب ہستی ہے۔جس کی صفات قدیم اور دائمی ہیں اس ذات کے علاوہ باقی سب کچھ حارث ہے وہ ذات کسی کی محتاج نہیں سب اس کے محتاج ہیں۔[41]

تصور توحید:

---

[39] البقرہ:۱۱۲

[40] یوسف، نصر اللہ، الدکتور، المرصود فی قواعد التلمود، الفصل الثانی، طبع اول، مصر: مطبعۃ المعارف، ۱۸۹۹ء، ص:۴۶۔۴۷

[41] محمد نواز، شخصیت مسیح بائبل کے آئینے میں، جامعۃ الاحسان، کراچی، س ن، ص:۳۲۱

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

عیسائیت کا تصور الٰہ توحید پر مبنی ہے کہ جو کائنات کا خالق ہے وہ یکتا ہے اس جیسا اور کوئی نہیں تمام مخلوقات اس کی پیدا کردہ ہے اور سب اس کے محتاج ہیں حضرت عیسیٰ بھی اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی مخلوق ہے اور حادث ہے لیکن ان کی شان بہت بلند ہے۔ مسیحی کتب مقدسہ کے مطالعے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ حضرت عیسیٰ نے کبھی بھی خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔ نہ کبھی خود کو خدا اقرار دیا انا جیل سے چند دلائل درجہ ذیل ہیں۔

انجیل متی میں بیان کیا گیا ہے کہ جب شیطان حضرت عیسیٰ کو یہاں پر لے گیا۔ اور خود کو سجدہ کرنے کا کہا اور اس کے بدلے میں عظیم بادشاہت دینے کا وعدہ کیا تو حضرت عیسیٰ نے جواب میں فرمایا:

"اے شیطان دور ہو جا کیونکہ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر۔"[42]

یہ آیت توحید باری تعالیٰ اور حضرت مسیحؑ کی عبدیت کو ظاہر کرتی ہے۔

حضرت عیسیٰ اپنے شاگردوں کو اس طرح توحید کا درس دیتے تھے۔

"اور زمین میں کسی کو باپ نہ کہو کیونکہ تمہارا باپ ایک ہی ہے جو آسمان میں ہے۔"[43]

مندرجہ بالا آیت میں باپ خالق کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اس کے مطابق خالق کائنات ایک ہی ہے جو آسمانوں میں ہے آسمان لفظ اللہ کی عظمت اور کبریائی کے لیے استعمال ہوا اور نہ اللہ تو ہر جگہ ہے لوقا میں اللہ تعالیٰ کی صفت سبوح کو اس طرح بیان کیا جب ایک سردار نے آپ کو نیک کہا تو اس کے جواب میں حضرت عیسیٰ نے فرمایا:

"یسوع نے اس سے کہا تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے کوئی نیک نہیں مگر ایک یعنی خدا۔"[44]

ایک فقہیہ کو آپ احکام خداوندی میں پہلا حکم یہ بتایا:

"خداوند ہمارا خدا ایک ہی ہے پس تو خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل، ساری جان، اپنی عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ۔"[45]

اگر آپ خدا ہوتے تو ایک فقیہہ کو یہ بات نہ کہتے بلکہ آپ نے جگہ جگہ اپنے انسان اور رسول ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور کہیں اپنی خدائی کا دعویٰ نہیں کیا حضرت عیسیٰ بار بار فرماتے رہے کہ میں خود کوئی قوت وطاقت نہیں رکھتا بلکہ میں جو کچھ کرتا ہوں اللہ کی مدد سے کرتا ہے۔

"میں خدا کی مدد سے شیطانی قوتوں کو ناکام بناتا ہوں۔"[46]

حضرت عیسیٰؑ اس آیت کے مطابق اللہ کی الوہیت بیان کر رہے ہیں۔ کہ میں اپنی مرضی سے کچھ نہیں کر سکتا۔ انجیل میں حضرت عیسیٰ نے اپنی اطاعت کو اللہ کی اطاعت قرار دیا

۔

"جو مجھے قبول کرتا ہے وہ اس کو قبول کرتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔"[47]

حضرت عیسیٰ لوقا کی اس آیت میں واضح اعلان فرما رہے ہیں کہ میں خدا نہیں بلکہ خدا فرستادہ ہوں۔ خدا کے دیے ہوئے معجزات کے بارے میں فرماتے ہیں:

"یہی کام...... میری گواہی دیتے ہیں کہ باپ نے مجھے بھیجا ہے۔"[48]

---

[42] انجیل متی، باب نمبر ۴، آیت نمبر ۱۰

[43] انجیل متی، باب نمبر ۲۳، آیت نمبر ۹

[44] انجیل لوقا، باب نمبر ۱۹، آیت نمبر ۱۸

[45] انجیل مرقس، باب نمبر ۱۲، آیت نمبر ۲۹۔۳۰

[46] انجیل متی، باب نمبر ۱۲، آیت نمبر ۲۸

[47] انجیل لوقا، باب نمبر ۱۱، آیت نمبر ۲۰

[48] انجیل یوحنا، باب نمبر ۵، آیت نمبر ۳۶

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

حضرت عیسیٰ ؑ ہیکل میں شاگردوں کو تعلیم دیتے ہوئے یوں مخاطب ہوئے:

"تم مجھے بھی جانتے ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ میں کہاں کا ہوں۔ اور میں آپ سے نہیں آیا مگر جس نے مجھے بھیجا ہے وہ سچا ہے اس کو تم نہیں جانتے ہیں اس کو جانتا اس لیے کہ میں اس کی طرف سے ہوں۔ اس نے مجھے بھیجا ہے۔"[49]

کتاب مقدس کے ان تمام حوالوں سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ مسیحیت میں خدا کو ایک ماننے اور اس کی وحدانیت پر یقین رکھنا ہی ان کی تعلیمات کا جزو اول تھا۔ دیگر الہامی کتابوں کی طرح کتاب مقدس کی لاتعداد آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں۔

تثلیث اور اس سے ملتے جلتے عقیدے حضرت عیسیٰ ؑ کے بہت بعد کی پیداوار ہیں۔

تصور ملائکہ:

فرشتوں پر ایمان دین مسیحیت کا اہم جزو ہے جس طرح فرشتوں پر ایمان یہودیت اور اسلام میں مشترک عقیدہ ہے اس طرح مسیحیت بھی فرشتوں پر ایمان کے ساتھ ساتھ ان کی مختلف حیثیتوں کو بھی تسلیم کرتا ہے۔ کتب مسیحیت میں فرشتوں کی ایک شخصیت پیش کی گئی ہے جو انسان سے اعلیٰ خدا کے حکم کی پابند ہیں۔ مسیحیوں کے ہاں نہ صرف ملائکہ کے نام موجود ہیں بلکہ طاقت و قوت کے لحاظ سے ان کے درجات بھی مختلف ہیں۔[60]

کتب مسیحیت میں ملائکہ کی دو انواع بیان کی گئی ہیں۔

ا۔ پاکیزہ فرشتے:

وہ فرشتے ہیں وہ اللہ کے حکم کے مطابق اپنے کام ذمہ داری سے ادا کرتے ہیں۔

۲۔ برے فرشتے:

اس سے مراد شیطان ہیں مسیحیوں کے عقائد کے مطابق یہ ملائکہ ہی ہیں۔ مگر شیطان اور اس کے معاونین ہیں جو کام ذمہ داری سے نہیں کرتے غلطیاں کرتے ہیں اس لیے کتاب مقدس میں ان کو بری اور نجس روح قرار دیا گیا ہے۔ ابلیس کے راندہ درگاہ ہونے کی وجہ مسیحی مصادر کے مطابق تکبر بتائی جاتی ہے۔ مسیحی کتب کے مطابق فرشتوں کی تعداد بے شمار ہے اور اسماء کچھ خاص ہیں اور کچھ عام ہیں۔

عام ملائکہ کے اسماء:

ا۔ ملائکہ

۲۔ آسمانی لشکر

خاص فرشتوں کے نام:

ا۔ جبرائیل ؑ

۲۔ میکائیل ؑ

مسیحی علماء فرشتوں کو انسانوں سے افضل قرار دیتے ہیں لیکن حضرت عیسیٰ ؑ ان سے افضل ہیں کیونکہ وہ ان کے خالق ہیں۔

مسیحی کتب میں چار غیر مجسم حیوانات فرشتوں سے بھی افضل ہیں ان چاروں نے اللہ کے عرش کو اٹھایا ہوا ہے۔ ان کی وضاحت یوحنا کے مکاشفہ میں یوں بیان کی گئی ہے۔

---

49) انجیل یوحنا، باب نمبر ۷، آیت نمبر ۲۸۔۲۹

60) Angle of the Lord in new catholic Encyclopedia , p ;۲۳۱

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

”لخت کے ارد گرد چار جاندار ہیں جن کے آگے پیچھے آنکھیں ہی آنکھیں ہیں پہلا جاندار مشیر کی مانند ہے۔دوسرا بچھڑے کی مانند تیسرے جاندار کا چہرہ انسان کا ہے اور چوتھا جاندار اڑتے ہوئے عقاب کی مانند ہے۔“[61]

فرشتوں کے اعمال جو مسیحی کتب میں بیان ہوئے ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔اللہ کی عبادت یکسوئی اور چین سے کرتے ہیں۔

۲۔مردوں کی روحوں کو حضرت ابراہیم □ کے صحن تک لے جاتے ہیں۔

۳۔مومنین کی خدمت کرتے ہیں۔

۴۔حضرت مسیح □ کے زندہ اٹھانے کی خبر دی ۔

۵۔ مسیح کی پیدائش سامی مذاہب سے ملتی جلتی ہیں۔

یہ تمام معلومات سامی مذاہب سے ملتی جلتی ہیں۔

عیسائیت کا تصور موت وآخرت:

مسلمانوں کی طرح عیسائیوں کے مطابق ہر شخص کو موت کے بعد زندہ ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہے جزاو سزا، جنت و جہنم کی صورت میں ملے گی انسانی جسم شر کا منبع ہے اور روح پاک ہوتی ہے انسان اپنی خواہشات کو کچل کر اور رہبانیت سے اعلیٰ مقام حاصل کر سکتا ہے۔توبہ اور اعتراف گناہ اور کفارہ کے ذریعے انسان گناہوں سے پاک ہو سکتا ہے یہ عقیدہ حضرت عیسیٰ □ کی تعلیمات میں سے نہیں ہے ۔بلکہ جدید عیسائیت میں پولوس کے ذہن کی اختراع ہے عقیدہ کفارہ انجیل میں نہیں ہے۔موت کے بعد کے واقعات انجیل کے ان اقتباسات سے سامنے لائے جاسکتے ہیں۔”ایمان والو.....مر کے دوبارہ زندہ ہونے اور روز جزا پر یقین رکھو۔“ 52

۳۲۴ء بادشاہ قسطنطین اعظم نے ۳۰۰عیسائیوں کی جو پادری تھے ان کی کونسل بلائی اس کونسل نے جو اعلامیہ نشر کیا یہ اس کے الفاظ ہیں۔بائبل مقدس میں بھی لکھا ہے کہ جب انسان کا جسم بھی راکھ ہو جائے گا تو دوبارہ پیدا ہو کر خدا تعالیٰ کی عدالت میں حاضر ہو کر اپنے اعمال کا جواب دے گا۔”اور میں جانتا ہوں کہ میرا مخلص کرنے والا زندہ ہے۔اور آخر کار وہ زمین پر کھڑا ہو گا اور اپنی کھال کے اس طرح برباد ہو جانے کے بعد بھی میں اپنے جسم میں سے خدا کو دیکھوں گا جیسے میں خود دیکھوں گا اور میری ہی آنکھیں دیکھیں گی نہ کہ بیگانہ کی۔“[63]”تیرے مردے جی اٹھیں گے میری لاش اٹھ کھڑی ہوں گی تم جو خاک میں جابسے ہو جاگو اور گاؤ کیونکہ تیرے اوس اس اوس کی مانند ہے جو نباتات پر پڑتی ہے اور زمین مردوں کو اگل دے گی۔“[64]

قیامت کے دن کو انجیل متیٰ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

”جب ابن آدم اپنے جلال میں آئے گا اور سب فرشتے اس کے ساتھ میں آئیں گے تب وہ اپنے جلال کے تحت پر بیٹھے گا۔اور سب قومیں اس کے سامنے جمع کی جائیں گی اور وہ ایک دوسرے کو جدا کرے گا جیسا چرواہا بھیڑوں کو بکریوں سے جدا کرتا ہے۔اور بھیڑوں کو اپنے دائیں ہاتھ اور بکریوں کو اپنے بائیں ہاتھ میں گرے گا۔اس وقت بادشاہ اپنی دائیں طرف والوں سے کہے گا اے میرے باپ کے لوگو جو بادشاہی بنائے عالم سے تمہارے لیے تیار کی گئی ہے اسے میراث میں لو۔“[65]

---

[61] مکاشفہ، باب نمبر ۴، آیت نمبر ۶۔۷

[62] انجیل متی،۱۹:

[63] انجیل متی،۱۹: ۲۵۔۲۷

[64] یسعیاہ،۱۹: ۲۹

[65] انجیل متی،۲۵: ۳۱۔۳۴

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

”دنیا کے آخر میں ایسا ہی ہوگا فرشتے نکلیں گے اور شریروں کو راستبازوں سے جدا کر دیں گے ان کو آگ کی بھٹی میں ڈال دیں گے وہاں رونا اور دانت پیسنا ہی ہوگا۔“[66] انجیل متی کے الفاظ میں قیامت کا منظر قرآن کے مطابق ہے صرف الفاظ کے ہیر پھیر سے بات وہی بیان کی گئی ہے۔ قیامت کے حوالے سے عیسائیوں میں ایک عقیدہ کفارہ کا بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ نے صلیب پر قربان ہو کر اپنے خون کی قربانی دیکر تمام عیسائیوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا ہے اس لیے تمام عیسائی سیدھے جنت میں جائیں۔

عیسائیت میں بھی جزا و سزا کے لیے جنت و دوزخ:

عیسائیت میں جنت کا تصور تقریباً وہی ہے جو یہودیت یا اسلام میں ہے عیسائیت میں جنت سے مراد وہ جگہ ہے جہاں پر عیسائیت کے ماننے والے اپنے نیک اور اچھے کاموں کی بدولت نہایت عیش و آرام کی زندگی بسر کریں گے عیسائیت کے ایک فرقے پروٹسٹنٹ کے مطابق جنت میں داخلہ صرف اچھی زندگی گزارنا ہی نہیں بلکہ حضرت عیسیٰ پر ایمان لازمی شرط ہے۔ جو حضرت عیسیٰ پر ایمان کامل رکھیں گے تو یسوع ان کے غلط کاموں کو بھی بخشوا لیں گا۔ عیسائیوں کی اکثریت جنت کی کسی نہ کسی شکل پر یقین رکھتی ہے جہاں پر حضرت عیسیٰ کے ماننے والے حضرت عیسیٰ کے نہایت اعلیٰ زندگی گزاریں گے او راللہ کے دیدار سے بھی مشرف ہوں گے جنت میں ہر قسم کے دکھ سے آزاد ہوں گے عیسائیت کے مختلف فرقوں میں اس بات پر اختلاف ہے کہ آیا کوئی غیر عیسائی بھی جنت میں ہوگا یا نہیں۔ عہد نامہ جدید میں جنت اور دوزخ کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے۔

> ”اور جو تخت پر بیٹھا ہوا ہے اس نے کہا لکھ کر کیونکہ یہ باتیں سچی اور برحق ہیں پھر اس نے مجھ سے کہا یہ باتیں پوری ہو گئیں ہیں ان کا اور او میگا یعنی ابتداء اور انتہا ہوں میں پیاسے کو آب حیات کے چشمے سے مفت پلاؤں گا جو غالب آئے وہی ان چیزوں کا وارث ہوگا میں اس کا خدا ہوں گا اور وہ میرا بیٹا مگر بزدلوں اور بے ایمانوں اور گھناؤنے لوگوں اور خونیوں اور حرام کاروں اور جادوگروں اور بت پرستوں اور سب جھوٹوں کا حصہ آگ اور گندھک سے جلنے والی جھیل میں ہوگا۔“[67]

بداعمال کا نتیجہ

> انجیل مقدس میں جہنم کے لیے جیہنا کا لفظ استعمال ہوا ہے جو قرآن کے لفظ جہنم سے ملتا جلتا ہے اس کے لفظی معنی کوڑے کا جلتا ہوا اڈھیر جہنم خدا کی کوڑے کرکٹ پھینکنے کی وجہ سے ہے۔ جو لوگ شیطانی رستے پر چل کر گناہ کے راستے پر چلتے ہیں۔ ان کے لیے عہد نامہ جدید میں سخت وعید کی گئی ہے۔
>
> ”وہ خدا کے قہر کی اس خالص مئے کو پئے گا جو اس کے غضب کے پیالے میں بھری گئی ہے اور پاک فرشتوں کے سامنے اور برہ کے سامنے آگ او رگندھک کے تیزاب میں مبتلا ہوگا۔“[68]

مزید خبردار کیا گیا۔

> ”فرشتے بدکاروں کو اس کی بادشاہی میں سے جمع کریں گے اور ان کو آگ کی بھٹی میں ڈال دیں گے وہاں رونا اور دانت پینا ہوگا اس وقت راست باز اپنے رب کی بادشاہی میں آفتاب کی مانند چمکیں گے جس کے کان ہوں وہ سن لے۔“[69]

جہنم کو انجیل مقدس میں مختلف جگہوں پر مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

۱۔ سزا کی جگہ ہے اور (بدکار) ہمیشہ سزا پائیں گے مگر راست باز ہمیشہ کی زندگی۔

۲۔ عذاب کی جگہ اس نے عالم ارواح کے درمیان عذاب میں مبتلا ہو کر اپنی آنکھیں اٹھائیں۔

۳۔ جہنم آگ ہی آگ ہے۔

---

[66] انجیل متی، ۱۳: ۴۹۔ ۵۰

[67] عہد نامہ جدید، مکاشفہ، ۲۱: ۵۔ ۸

[68] ایضاً، ۱۴: ۱۰

[69] انجیل متی، ۱۳: ۴۱۔ ۴۲

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

۴۔وہاں کیڑے ہیں جہاں ان کا کیڑا نہیں مرتا اور آگ نہیں بجھتی

۵۔آدمی کی التجا منظور نہیں ہو گی۔

۶۔پانی کی بوند بھی نہیں ملے گی سخت ترین عذاب اور لوگوں کے لیے نہایت عبرت کی جگہ ہے۔

۷۔نیک لوگوں کو بروں سے الگ کر لیا جائے گا نیک لوگوں کے لیے جزائے خیر اور بروں کے سخت سزا اور آگ اور آگ بھی ایسی جو بجھے گی نہیں۔ جس طرح قرآن میں اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال کا ذکر ہے۔انجیل متی میں بائیں طرف والوں کی وعید کی گئی ہے۔اے بائیں طرف والو

"اے ملعونو میرے سامنے اس آگ میں جو ہمیشہ رہے گی چلے جاؤ جو ابلیس اور اس کے فرشتوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔"[60]

الغرض عیسائیت میں مرنے کے بعد انسان اپنے اعمال کے مطابق جزا و سزا پاتا ہے۔

خلاصہ بحث

زیر نظر مضمون میں برصغیر کے متجددانہ تفسیری ادب میں مابعد الطبیعات مباحث کا مختصر جائزہ پیش کیا گیا ہے۔اس جائزے میں چند منتخب مفسرین کے مخصوص موضوعات ہی زیر بحث لائے گئے ہیں۔ برصغیر کے متجدد مفسرین کی نیت اور ارادے کو تو حرفِ تنقید نہیں بنایا جا سکتا لیکن اگر قرآنِ مجید کی تفسیر کے تقاضوں اور متجددین کی آراء کی روشنی میں عادلانہ جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ متجددین نے تفسیر کے میدان میں بہت ٹھوکریں کھائی ہیں۔کوئی معجزات کی تاویل کرتا دکھائی دیتا ہے تو کوئی فرشتوں کے وجود میں تشکیک پیدا کرتا ہے۔کوئی روح کے معنی و مفہوم کو متداول مفہوم سے متصادم بناتا ہے تو کوئی جنت و جہنم کے وجود پر سوال کھڑے کرتا ہے۔ الغرض بیشتر متجددین طبعی علوم سے اس قدر متاثر دکھائی دیتے ہیں کہ مابعد الطبیعات موضوعات کا کلی یا جزوی یا تو انکار کر ڈالتے ہیں یا تاویل کرتے ہیں۔برصغیر کے متجددین کی تفسیر قرآن میں مابعد الطبیعات مباحث کا جائزہ پیش کرتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ متجددین نے مابعد الطبیعات مباحث کا کلی یا جزوی انکار کر ڈالا ہے۔جس چیز کا انکار ممکن نہ تھا اس کی تاویل کر کے مشکوک بنا ڈالا ہے۔بعض نے مابعد الطبیعات مباحث کو ایسے معنی و مفہوم سے موصوف کیا ہے جو اجتماعی اسلامی روایت کے خلاف ہے۔

کتابیات

1. القرآن الکریم
2. ابن منظور، محمد بن مکرم،، لسان العرب، دار صادر، بیروت، طبع ثانیہ، ۱۴۱۴ھ
3. اثری، عنایت اللہ، حافظ، عیون زم زم، مکتبہ الاثریہ، گجرات، 2007ء
4. اقبال ظفر، محمد، اسلام اور جدید سائنس نئے تناظر میں، نوادرات، ساہیوال، ۲۰۱۱ء
5. الباجوری، محمد بن احمد، تحفۃ المرید شرح جوہرۃ التوحید، طبع ثانیہ، دار الکتب العلمیہ، لبنان، ۱۴۲۴ھ
6. پرویز غلام احمد، تفسیر مطالب الفرقان، طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور، 1991ء
7. حقانی، عبدالحق، مولانا، تفسیر فتح المنان، مکتبہ فیض القرآن، سہارنپور، 2001ء
8. سر سید، احمد خان، تفسیر القرآن وہو الہدیٰ والفرقان، مطبوعہ رفاہِ عام سٹیم پریس لاہور، 1998ء
9. سید عبداللہ، ڈاکٹر، سر سید احمد خان اور ان کے رفقاء کی نثر کا فکری اور فنی جائزہ، چمن بک ڈپو، دہلی، 2002ء
10. شبلی نعمانی، مولانا، الکلام، معارف اعظم گڑھ، طبع چہارم ۱۳۴۱ھ
11. عبدالحق، مولوی، ڈاکٹر، سر سید احمد خان، حالات وافکار، انجمن ترقی اردو، 2002ء
12. عبدالعزیز، سنگھیڑا، ایک خدا اور ایک پیغام، نگارشات، لاہور، 2005ء
13. قاسم محمود، سید، انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا، الفیصل پبلشرز، لاہور
14. کیلانی، عبدالرحمن، مولانا، آئینہ پرویزیت، مکتبہ السلام، لاہور، ء،
15. المشرقی، حمید الدین، تذکرہ، التذکرہ پبلیکیشنز، اچھرہ لاہور، 2007ء

[60] انجیل متی، ۲۵: ۴۱